© rasailojaraid.com

خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کا سازشی پس منظر

محترم لئیق احمد

روزنامہ "جدید خبر" نئی دہلی کے 26 ستمبر کے شمارے میں ایک چونکا دینے والی خبر شائع ہوئی کہ صدیوں ترکی پر فرماں روائی کرنے والے عثمانی خلفا کے آخری جانشین کا استنبول کے اسی شہر میں انتقال ہوگیا جو کبھی تین براعظموں پر پھیلی اس عظیم سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ ارطغرل عثمانی سلطنت کے ختم نہ ہونے کی صورت میں ترکی کے عثمانی سلطان عبدالحمید دوم کے پوتے تھے۔ ان کی عمر 97 سال کی تھی اور وہ کمال اتاترک کے ہاتھوں عثمانی خلافت کے خاتمے اور ترک جمہوریہ کے قیام کے بعد سے امریکا میں مقیم تھے۔ ارطغرل عثمان 1912ء میں استنبول میں پیدا ہوئے۔ اور 1923ء میں سلطنت کے خاتمے کے وقت وہ آسٹریا کے شہر ویانا میں ایک اسکول میں پڑھ رہے تھے۔ انہیں ویانا میں یہ خبر ملی کہ اتاترک نے ان کے خاندان کے تمام افراد کو جلاوطن کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کی بیشتر زندگی امریکا کے شہر نیویارک میں گزری، جہاں ساٹھ برس تک وہ ایک ریستوراں کے اوپر کی منزل میں ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہے۔ ارطغرل عثمان ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ ان کے کوئی سیاسی عزائم نہیں تھے۔ وہ ترکی حکومت کی دعوت پر واپس گئے تھے، لیکن انہوں نے تب بھی کوئی وی آئی پی پروٹوکول قبول نہیں کیا۔ جب وہ اپنے خاندان کے سابق محلات دیکھنے گئے تو بھی وہ سیاحوں کے ایک گروپ میں شامل ہوکر اپنے آباواجداد کی سابق رہائش گاہیں دیکھتے رہے۔ وہ وہی محل تھا، جہاں ان کا اپنا خاندان بھی رہتا تھا اور جہاں ان کا بچپن گزرا تھا۔

اس پس منظر میں مسلمانوں کے لیے یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آخر وہ کون سی عالمی اور خاص طور پر صہیونی سازشیں تھیں، جن کے نتیجے میں عالم اسلام کو ترکی میں خلافت عثمانیہ سے محروم ہونا پڑا۔ حالات پر نظر ڈالیں تو پتا چلے گا کہ آج سے 62 سال قبل مغربی طاقتوں نے 15 مئی 1948ء کو فلسطینی عوام کے سینے میں اسرائیل نام کا ایک خنجر گھونپا تھا،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کی کسک ابھی تک محسوس کی جارہی ہے۔اس سے ایک دن پہلے برطانیہ نے اس علاقے سے اپنے اقتدار اعلیٰ کے خاتمے کا اعلان کردیا تھا، جس پر اس نے پہلی عالمی جنگ میں ترکی کو شکست دے کر قبضہ کرلیا تھا۔ضروری ہے کہ ان ریشہ دوانیوں پر نظر ڈالی جائے، جن کے ذریعے اسرائیل کے قیام سے 30 سال قبل خلافت عثمانیہ کے خلاف سازشوں کا جال بنا گیا تھا۔

پہلی عالمی جنگ کا سلسلہ 1914ء میں شروع ہوا تھا، جو 1918ء میں ترکی اور جرمنی کی شکست پر ختم ہوا۔اس جنگ میں ایک طرف برطانیہ اور اس کے حواری تھے تو دوسری طرف قیصر جرمنی اور ترکی کے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید کی افواج صف آرا تھیں۔ جنگ کے خاتمے کے بعد ترکی میں اسلام پسند قوتوں کا بتدریج زوال ہوتا گیا اور مصطفی کمال پاشا کی قیادت میں دہریوں کا اثر ورسوخ بڑھتا گیا۔اس کا نتیجہ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کی شکل میں نکلا۔ناقدین کی نظر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد تاریخ اسلام کا بدترین اور دردناک سانحہ شاید 1923ء میں خلافت عثمانیہ کے خاتمے کی صورت میں نمودار ہوا، کیوں کہ ترکی میں خلافت جیسی بھی تھی، اس کے خاتمے نے ملت اسلامیہ کی رہی سہی مرکزیت کو ختم کرکے رکھ دیا۔یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے مسلمان خلافت عثمانیہ کے خاتمے پر تڑپ اٹھے اور علی برادران محمد علی جوہر اور شوکت علی نے تحریک خلافت شروع کی، اس کا اثر کتنا پڑا، اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب ہندوستان کے گلی کوچوں میں یہ شعر پڑھا جاتا تھا:

بولی اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

کہا جاتا ہے کہ سلطان عبدالحمید کے دورِ حکومت میں یہودیوں کے ایک وفد نے خلیفہ سے ملاقات کی تھی۔یہ 19 ویں صدی کے اواخر کی بات ہے۔اس زمانے میں خلافت عثمانیہ بے حد کمزور ہوچکی تھی۔ترکی کی مالی حالت خستہ تھی، حکومت بھی مقروض تھی۔اس وفد نے خلیفہ سے کہا تھا کہ:

"اگر آپ بیت المقدس اور فلسطین ہمیں دے دیں تو ہم خلافت عثمانیہ کا سارا قرضہ اتار دیں گے اور مزید کئی ٹن سونا بھی دیں گے۔"

اس گئے گزرے خلیفہ عبدالحمید کی دینی حمیت دیکھیے کہ اس نے وہ جواب دیا، جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ خلیفہ نے اپنے پاؤں کی انگلی سے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"اگر اپنی ساری دولت دے کر بھی تم لوگ بیت المقدس کی ذرا سی مٹی بھی مانگو گے تو ہم نہیں دیں گے۔"

اس وفد کا سربراہ ایک ترکی یہودی قرہ صوہ آفندی تھا۔بس پھر کیا تھا، خلافت عثمانیہ کے خلاف سازشوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، چناں چہ چند برسوں بعد جو شخص مصطفی کمال پاشا کی طرف سے خلافت عثمانیہ کے خاتمے کا پروانہ لے کر خلیفہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبدالحمید کے پاس گیا تھا، وہ کوئی اور نہیں، بلکہ یہی ترک یہودی قرہ صوہ آفندی ہی تھا۔ خود مصطفی کمال پاشا بھی یہودی النسل تھا۔ اس کی ماں یہودن تھی اور باپ ترک قبائلی مسلمان تھا۔ پھر ساری دنیا نے دیکھا کہ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد ترکی میں نوجوان ترکوں کا غلبہ شروع ہوگیا۔ یہیں سے Youngs Turks کی اصطلاح نکلی، جنہوں نے مصطفی کمال پاشا کی قیادت میں اسلام پسندوں پر مظالم ڈھائے، علما کا قتل عام کیا، نماز کی ادائیگی اور تمام اسلامی رسومات پر بندی لگادی۔ عربی زبان میں خطبہ، اذان اور نماز بند کردی گئی۔ مساجد کے اماموں کو پابند کیا گیا کہ وہ "ترک" زبان میں اذان دیں، نماز ادا کریں اور خطبہ پڑھیں۔ اسلامی لباس اتروا کر عوام کو یورپی کپڑے پہننے پر مجبور کیا گیا۔ مصطفی کمال پاشا اور اس کے ساتھی نوجوان ترکوں نے ترکی میں اسلام کو کچلنے کے لیے جتنی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو جتنا نقصان پہنچایا، اس کی مثال روس اور دیگر کمیونسٹ ملکوں کے علاوہ شاید کہیں نہ ملے۔

خلافت عثمانیہ کے اندرون ملک یہودیوں نے جو سازشی جال پھیلایا تھا، اس کی ایک جھلک دکھلانے کے لیے خلیفہ عبدالحمید کا ایک تاریخی خط پیش کیا جاتا ہے، جو انہوں نے اپنے شیخ ابوالشامات محمود آفندی کو اس وقت لکھا تھا، جب انہیں خلافت سے معزول کر کے سلانیکی میں جلاوطنی اور قید تنہائی پر مجبور کردیا گیا تھا۔ اس خط کے مندرجات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امت مسلمہ کے نظام خلافت کی بیخ کنی کے لیے صہیونی طاقتوں نے کیسی سازشیں کی تھیں اور ان سازشوں میں کون شریک تھا؟ خلیفہ عبدالحمید کے خط کا اردو ترجمہ پیش ہے:

"میں انتہائی نیازمندی کے ساتھ طریقہ شاذلیہ کے عظیم المرتبت شیخ ابوالشامات آفندی کی خدمت میں بعد تقدیم احترام عرض گزار ہوں کہ مجھے آپ کا 22 مئی 1913ء کا لکھا ہوا گرامی نامہ موصول ہوا۔

جناب والا! میں یہ بات صاف صاف بتانا چاہتا ہوں کہ میں امت مسلمہ کی خلافت کی ذمے داریوں سے از خود دست بردار نہیں ہوا، بلکہ مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا۔ یونینسٹ پارٹی (Unionist Party) نے میرے راستے میں بے شمار رکاوٹیں پیدا کردی تھیں۔ مجھ پر بہت زیادہ اور ہر طرح کا دباؤ ڈالا گیا۔ صرف اتنا ہی نہیں، مجھے دھمکیاں بھی دی گئیں اور سازشوں کے ذریعے مجھے خلافت چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ یونینسٹ پارٹی، جو نوجوانانِ ترک (Young Turks) کے نام سے بھی مشہور ہے، نے پہلے تو مجھ پر اس بات کے لیے دباؤ ڈالا کہ میں مقدس سرزمین فلسطین میں یہودیوں کی قومی حکومت کے قیام سے اتفاق کرلوں۔ مجھے اس پر مجبور کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں، لیکن تمام دباؤ کے باوجود میں نے اس مطالبے کو ماننے سے صاف انکار کردیا۔ میرے اس انکار کے بعد ان لوگوں نے مجھے ایک سو پچاس ملین اسٹرلنگ پاؤنڈ سونا دینے کی پیش کش کی۔ میں نے اس پیش کش کو بھی یہ کہہ کر رد کردیا کہ یہ ایک سو پچاس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملین اسٹرلنگ پاؤنڈ سونا تو ایک طرف، اگر تم یہ کرۂ ارض سونے سے بھر کر پیش کرو تو بھی میں اس گھناؤنی تجویز کو نہیں مان سکتا۔ 30 سال سے زیادہ عرصے تک امت محمدیہ کی خدمت کرتا رہا ہوں۔ اس تمام عرصے میں، میں نے کبھی اس امت کی تاریخ کو داغ دار نہیں کیا۔ میرے آباواجداد اور خلافت عثمانیہ کے حکمرانوں نے بھی ملت اسلامیہ کی خدمت کی ہے، لہٰذا میں کسی بھی حالت اور کسی بھی صورت میں اس تجویز کو نہیں مان سکتا۔ میرے اس طرح سے صاف انکار کرنے کے بعد مجھے خلافت سے ہٹانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلے سے مجھے مطلع کر دیا گیا اور بتایا گیا کہ مجھے سلانیکی میں جلاوطن کیا جا رہا ہے۔ مجھے اس فیصلے کو قبول کرنا پڑا، کیوں میں خلافت عثمانیہ اور ملت اسلامیہ کے چہرے کو داغ دار نہیں کر سکتا تھا۔ خلافت کے دور میں فلسطین میں یہودیوں کی قومی حکومت کا قیام ملت اسلامیہ کے لیے انتہائی شرم ناک حرکت ہوتی اور دائمی رسوائی کا سبب بنتی۔

خلافت ختم ہونے کے بعد جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہوں اور ہمیشہ اس کا شکر بجالاتا ہوں کہ اس رسوائی کا داغ میرے ہاتھوں نہیں لگا۔ بس اس عرض کے ساتھ اپنی تحریر ختم کرتا ہوں۔" (والسلام)

22/ایلول 1329 (عثمانی کلینڈر کے مطابق) ستمبر 1913ء

ملت اسلامیہ کا خادم: عبدالحمید بن عبدالمجید

خلیفہ عبدالحمید کے اس خط کا بغور مطالعہ کرنے سے بہت سے حقائق سامنے آتے ہیں: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل یقین تھا۔ انہوں نے یہودیوں کی اتنی بڑی مادی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ ملت اسلامیہ کی تاریخ کو اپنے عہد میں داغ دار ہونے سے بچائے رکھا۔ اہل اللہ اور اہل علم سے انہیں گہرا قلبی تعلق تھا۔ تزکیۂ قلب وروح کے لیے باقاعدہ سلسلہ شاذلیہ سے وابستہ تھے۔ یہود اور مغرب کی سامراجی طاقتوں کے سامنے عزم اور استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے۔ اپنے دورِ خلافت میں یہودیوں کو سرزمین فلسطین میں قطعہ زمین کسی بھی قیمت پر خریدنے کی اجازت نہیں دی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب تک ترکی میں خلافت عثمانیہ قائم رہی، اس وقت تک استعماری قوتوں کا فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

مسلمانوں اور یہودیوں کی کشمکش: مسلمانوں اور یہودیوں کی کشمکش یوں تو بہت پرانی ہے، لیکن نئے انداز میں اس کا آغاز 1897ء میں ہوا، جب یہودی اکابرین نے خفیہ طور پر جمع ہو کر طے کیا کہ خلافت عثمانیہ پر کاری ضرب لگائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے، کیوں کہ ان کے عزائم کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ عالم اسلام کی مرکزیت تھی، چناں چہ طے شدہ پروگرام کے مطابق خلیفہ سلطان عبدالحمید کی خدمت میں ایک عیارانہ درخواست پیش کی گئی کہ "ہمیں فلسطین میں ایک خطہ زمین دیا جائے۔ ہم اس کی بڑی سے بڑی قیمت دینے کے لیے تیار ہیں۔"

زیرک سلطان نے یہودیوں کے عزائم کو بھانپ کر ان کی درخواست رد کر دی۔ بس پھر کیا تھا، سلطان کے خلاف ملک کے اندر اور باہر زہریلے پروپیگنڈے کی مہم شروع کر دی گئی۔ عیسائی حکومتیں پہلے ہی خلافت عثمانیہ سے خار کھائے بیٹھی تھیں۔ ان کی فوجی طاقت اور یہودیوں کی خفیہ سازشوں کے ذریعے مسلمانوں کی مرکزیت ہمیشہ کے لیے ختم کر دی گئی اور ترکی کے اندر مصطفی کمال پاشا کی قیادت میں ایک تنظیم یونینسٹ پارٹی کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اس میں زیادہ تر بھولے ترک جوان شامل تھے۔ اس انجمن کے اجتماعات کے لیے "فری میسن" لاج تھے۔ فری میسن تحریک دراصل یہودیوں کے دماغ کی اختراع ہے، جس میں خاص طور پر ایسے لوگوں کو شامل کیا جاتا ہے، جن کا تعلق تو کسی نہ کسی مذہب سے ہونا ضروری ہے، لیکن حقیقت میں وہ مذہب سے بے زار ہوتے ہیں، چناں چہ وہ بڑے بڑے لوگ جن کے بارے میں متعین طور پر معلوم ہے کہ وہ فری میسن تحریک کے سرگرم کارکن تھے، ان میں مصطفی کمال پاشا بھی شامل ہیں۔ اس تنظیم کے ہاتھوں خلافت عثمانیہ کا شیرازہ بکھیرا گیا اور استعمال کیا گیا مصطفی کمال پاشا کو۔ پھر عالم اسلام ایک ایسے انتشار کا شکار ہو گیا کہ آج تک بلادِ اسلامیہ کے اتحاد کی تمام تحریکیں بے اثر ثابت ہوئی ہیں۔

بہر حال 1923ء میں ترکی سے خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ یونینسٹ پارٹی برسر اقتدار آ گئی۔ آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید کو اقتدار سے بے دخل کر کے جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ترکی میں دہریوں کا راج ہو گیا۔ مذہب بے زار فوج کا بول بالا ہو گیا اور ٹھیک 25 سال بعد 15 مئی 1948ء کو فلسطین میں یہودی مملکت اسرائیل کا قیام عمل میں آ گیا۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھیے، جس "خلیفہ" نے ہر طرح کی لالچ اور دھمکیوں کے باوجود یہودیوں کو فلسطین کی رتی بھر زمین دینے سے انکار کر دیا تھا، اسی فلسطین میں اسرائیل کو تسلیم کر کے اس کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے والا پہلا مسلم ملک کوئی اور نہیں، بلکہ اتاترک کا ترکی تھا۔

اسلام کا پھر بول بالا: یہ بات پہلے بھی بتائی جا چکی ہے کہ کمال اتاترک نے اسلام کو کچلنے کے لیے جتنی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا اور ترکی میں اسلام اور مسلمانوں کو جتنا نقصان ان کی ذات سے پہنچا، اتنا تو شاید روس میں کمیونسٹوں نے بھی نہ کیا ہو گا، لیکن 86 سال تک کچلے رہنے کے بعد آج ترکی کے کونے کونے سے پھر ایک بار "اللہ اکبر" کی گونج سنائی دینے لگی ہے۔ سارے ترکی میں چھوٹی بڑی مساجد کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سے ملک میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے، جس کی ترقی میں اتاترک کے برسر اقتدار آنے کے بعد کمی آ گئی تھی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن آج صورت حال بالکل مختلف ہے۔ ترکی میں اسلام پسندی کی سمت پہلی جرأت مرحوم وزیراعظم عدنان مندریس اوراس وقت کے صدر جلال بایار نے کی تھی اوراس وقت بدقسمتی سے فوج انتہائی طاقت ورتھی۔ جسے چاہتی گدی پر بٹھا دیتی، چناں چہ فوج نے حکومت کا تختہ پلٹ دیا۔عدنان مندریس کو جیل بھیج دیا اور بدعنوانی کا الزام لگا کر، جھوٹا مقدمہ چلا کر پھانسی پر لٹکا دیا۔جلال بایار کوضعیف العمری کی بنا پر کچھ عرصے تک نظر بند رکھ کر رہا کر دیا گیا۔

اب یہ الگ بات ہے کہ وزیراعظم طیب اردگان کی طاقت ور موجودہ حکومت نے عدنان مندریس کو بدعنوانی کے تمام الزامات سے بری کر کے ان کے قومی وقار کو بحال کر دیا ہے، لیکن اس عمل سے ایک بے گناہ اسلام پسند وزیراعظم کی جان تو واپس نہیں آسکی۔

اس کے بعد پھر 90 کی دہائی میں وزیراعظم نجم الدین اربکان کی قیادت میں اسلام پسند ویلفیئر پارٹی برسراقتدار آئی۔اس نے مسلمانوں کو نماز کی ادائیگی اور مسجدوں کی تعمیر کی اجازت دے دی، چناں چہ محکمہ مذہبی امور کے مطابق 1990ء میں پورے ترکی میں مساجد کی تعداد 65794 ہوگئی۔ ملک کی تمام مساجد میں پنج گانہ نماز باقاعدہ ادا کی جانے لگی اور نتیجہ یہ نکلا کہ نمازِ جمعہ میں مساجد میں جگہ ملنا دشوار ہوگیا۔

اس وقت ترکی میں 54600 امام اور 560 دینی تعلیم کے مدارس ہیں۔فوج 90 کی دہائی میں بھی طاقت ور تھی، اس لیے وزیراعظم اربکان کو اقتدار سے سبک دوش ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔اس کے بعد ایک عرصے تک فوج کی حمایتی حکومتیں ایک کے بعد ایک اقتدار میں آتی اور جاتی رہیں، چناں چہ پچھلے پانچ عشروں میں ترکی میں چار منتخب شدہ حکومتوں کو فوجی انقلاب کے ذریعے ہٹایا جا چکا ہے، البتہ ایک عظیم سیاسی اور جمہوری انقلاب کے ذریعے پچھلے عام انتخابات میں ترکی کے اسلام پسند عوام نے پارلیمنٹ کی 550 نشستوں میں 341 نشستیں جسٹس اینڈ ڈیویلپمنٹ پارٹی کو دلوا کر وزیراعظم طیب اردگان اور صدر عبداللہ گل کو اقتدار کی باگ ڈور سونپ دی ہے، تاکہ وہ ترکی میں اسلامی نظام نافذ کر سکیں۔صدر کی بیگم اسکارف پہنتی ہیں۔

سازشوں کا سلسلہ جاری: ترکی میں اسلام کے احیا اور اس کے ساتھ ساتھ مغرب میں اسلام کی مقبولیت سے ظاہر ہے کہ صہیونیت کی زیر اثر طاقتوں کے ہوش اڑ گئے اور ان کی راتوں کی نیند حرام ہوگئی ہے، اس لیے اس طرح کا پروپیگنڈا شروع ہوگیا ہے کہ برسراقتدار پارٹی اپنے پروگراموں کی تشہیر اور اپنی سرگرمیوں کے لیے ترکی میں مساجد کو استعمال کر رہی ہے۔ اسلام دشمن حلقوں کا الزام ہے کہ ترکی کے اوسط طبقے سے تعلق رکھنے والوں کی مذہب میں دلچسپی میں اضافے سے بنیاد پرستی کو شہ مل رہی ہے۔

چناں چہ مبینہ طور پر انقلاب لانے اور طیب اردگان کی حکومت کا تختہ پلٹنے کی کوشش میں ملوث ہونے کے الزام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ایک قوم پرست تنظیم "ارگنکون" سے تعلق رکھنے والے 88 افراد کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ اس تنظیم کا کہنا ہے کہ اردگان کی حکومت ترکی کے سیکولر تشخص کو ختم کر کے اسلامی اقدار کو بڑھاوا دینا چاہتی ہے۔ دوسری طرف اس قسم کے بھی مسلسل الزامات لگائے جارہے ہیں کہ فوج بھی حکومت کا تختہ پلٹنے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے، لیکن فوج کے سربراہ نے ان الزامات سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ فوج خود اس معاملے کی تفتیش کرے گی۔ اس پس منظر میں وزیر اعظم طیب اردگان نے سرکاری وکیلوں سے کہا ہے کہ وہ مسلح افواج کے خلاف تحقیقات کریں۔ انہوں نے متنبہ کیا ہے کہ ضروری ہوا تو اس سازش میں ملوث افراد کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی جائے گی، کیوں کہ حکومت خاموش تماشائی نہیں بن سکتی۔ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ برسر اقتدار پارٹی کے خلاف غیر قانونی سرگرمیوں کے سد باب کے لیے ہر ممکن قدم اٹھایا جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اندرونِ ملک دہریوں، عدلیہ وفوج اور بیرونِ ملک صہیونی اور مغربی طاقتوں کی سازشوں کے خلاف طیب اردگان کی اسلام پسند حکومت کتنی کامیاب رہتی ہے؟ بظاہر تو ایسا لگتا ہے کہ ترکی میں اسلام کے احیا کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے، وہ جاری رہے گا اور اسلام دشمن طاقتوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ (ان شاء اللہ)

حدیث شریف کے.... طلبا... طالبات... اور شیوخ الحدیث مدرسین کیلئے ایک نایاب علمی تحفہ

اِمدادُ البَاری

صحیح البخاری — اردو شرح — 8 جلد

از شیخ المحدثین مولانا عبدالجبار الاعظمی رحمہ اللہ
شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد (ہندوستان)
وخلیفہ مجاز شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

خصوصیات امداد الباری

- حدیث کے عربی متن کی ہر لائن کے نیچے ترجمہ
- شیخ الحدیث کاندھلوی رحمہ اللہ کے علمی ذوق اور تحقیقی رنگ سے آراستہ
- مصنف کے نصف صدی کے درس حدیث اور تجربات کا خلاصہ
- دوران تشریح منکرین حدیث کا عقلی ونقلی محاسبہ
- امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور فقہ حنفی پر اعتراضات کے مکمل جوابات
- ایسی جامع ومفصل شرح جس سے صحاح ستہ کے مسائل بھی بخوبی حل ہوجاتے ہیں
- ترجمۃ الباب کے متعلق شیخ کی بہترین اور دل لگتی تحقیقات

علاوہ ازیں الفاظ روایت کی وضاحت... الفاظ حدیث سے مستنبط ہونے والے فقہی مسائل... نحوی وصرفی قواعد کی تفہیم... قدیم وجدید علوم سے آراستہ ایک مستند اُردو شرح... قدیم بابرکت کتابت کا عکس... بستی نظام الدین نئی دہلی سے شائع شدہ جلدوں کی مکمل طباعت... بخاری شریف کی مایہ ناز اردو شرح اب پہلی مرتبہ پاکستان میں زیور طباعت سے آراستہ

مکمل 8 جلد
قیمت
4880
رعایتی قیمت
2500

الخیر الجاری مکمل شرح صحیح بخاری۔ کامل 6 حصے از حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ۔ قیمت 1080 رعایتی 580
فضل الباری شرح اردو صحیح بخاری۔ از علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کامل 2 جلد۔ قیمت 1150 رعایتی 600
عطاء الباری شرح بخاری۔ درجہ بنات کی مکمل شرح کامل 2 جلد۔ طلبہ ایڈیشن۔ قیمت 850 رعایتی 425

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
0322-6180738 . 061-4519240

© rasailojaraid.com